"ضحاک ماردوش"
شاہنامۂ فردوسی کی ایک اساطیری داستان کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Hakim Abu Al-Qasem Mansur bin Hasan, Ferdowsi was born in a large village "Baz" near the city of "Tus" in the province of "Khorasan" , Iran in about 329 A.H/940 A.D and died in the same place, in about 411 A.H/1020 A.D. He wrote his Master piece of epic poetry, known as "Shah Nama-e-Ferdowsi" which consists of sixty thousand Persian verses. In this book, he expressed ancient history of Iran, half of which comprised of fictional history. In this way, he preserved old traditions of Iran and stories of various Irani Heroic personalities. In this article, a story of "Zahak Mar Dosh" is critically analysed. In the Persian language, " Mar Dosh" means that a person having snakes on his shoulders.

پس منظر:

زیرِنظر داستان ضحاک نامی بادشاہ کے عبرتناک انجام کے بارے میں ہے جو شاہنامہ فردوسی کی افسانوی تاریخ کے مطابق پیشدادی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ پیشدادیوں نے ایران پر ابن البلخی کی تالیف "فارسنامہ" کے مطابق دو ہزار پانچ سو چھپن سال حکومت کی ہے(۱)۔ اس سلسلے کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا(۲)۔ وہ چیتے کی کھال کا لباس زیب تن کرتا تھا اور ایک پہاڑ پر مسند نشین ہوا کرتا تھا۔ اس نے تیس سال حکومت کی۔ کیومرث کی وفات کے بعد اس کا پوتا ہوشنگ تخت نشین ہوا۔ اس کا عظیم کارنامہ آگ اور لوہے کی ایجاد تھا۔ ایک روز جب وہ چند ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑوں میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک کالے اور لمبے ناگ پر پڑی۔ خوف کے مارے نوجوان بادشاہ نے جلدی سے ایک پتھر ہاتھ میں اٹھایا اور سانپ کو پورے زور سے دے مارا۔ پتھر سانپ کو لگنے کی بجائے ایک دوسری پتھریلی چٹان سے ٹکرایا تو اس سے چنگاریاں نمودار ہوئیں۔ ہوشنگ کے ساتھی اس چمک سے بہت حیران ہوئے۔ اس معجزے سے ہوشنگ نے نہ صرف آگ جلانا سیکھ لیا بلکہ آگ کی مدد سے پتھروں سے لوہے کو الگ کرنے کا طریقہ بھی ایجاد کر کے لوہار کا پیشہ اختیار کیا اور لوہے سے آری، ہتھوڑا اور دیگر آلات بنائے۔ ہوشنگ نے

دوسرے لوگوں کو بھی اپنا پیشہ سکھایا اور اس کے علاوہ کاشتکاری، آب رسانی اور جانوروں کو سدھانا بھی سکھایا۔ اس زیرک بادشاہ نے ان تمام ایجادات کے علاوہ جانوروں کی کھال سے لباس تیار کرنے کا ہنر بھی اختراع کیا۔ ہوشنگ کے بعد اس کا بیٹا تہمورث تخت نشین ہوا، جس نے اون کاتنے کا ہنر سیکھا اور باز کو سدھایا تا کہ آدمیوں کے ساتھ شکار میں مدد کر سکے اور مرغ پروری کے فن کو بھی رائج کیا۔ تہمورث نے بدروحوں کے سردار، اہریمن کو ایک منتر سے قید کر لیا مگر بھوتوں نے اپنی فوج اکٹھی کر کے اس پر حملہ کر دیا تا کہ اہریمن کو رہائی دلوا سکیں۔ اس جنگ میں بھوتوں کو شکست ہوئی اور بہت سارے مارے گئے اور بچے کچھے قید کر لیے گئے۔ قیدی بھوتوں نے تہمورث سے امان مانگی اور عہد کیا کہ وہ اس رہائی کے بدلے انسانوں کو ایک نیا ہنر سکھائیں گے۔ جب تہمورث نے بھوتوں کا خون معاف کر دیا تو انہوں نے آدمیوں کو لکھنے کا فن سکھا دیا۔ تہمورث نے جب اس دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا جمشید تاج و تخت کا وارث بنا۔ اس نے لوھے سے تلوار، جنگی ٹوپی، زرہ، نیزہ اور دیگر آلات حرب بنانے کے علاوہ سوتی اور ریشمی خوش رنگ اور نرم و نازک لباس بنائے۔ بھوتوں کو حکم دیا کہ گھر اور گرم حمام بنائیں۔ مشک، کافور، عنبر اور عود جیسی خوشبوؤں پر دسترس حاصل کی تا کہ آدمی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ علاوہ ازیں دردوں کے علاج دریافت کیے اور لوگوں کو علم طب سے روشناس کرایا تا کہ کوئی بیماری سے ہلاک نہ ہو۔ جشن " نوروز " کا اجراء بھی جمشید کے زمانے میں ہوا (۳)۔ زیر نظر داستان کا مرکزی کردار " ضحاک " اس کے بعد ایران کے تخت و تاج تک پہنچا۔

ضحاک پر سانپوں کا عذاب:

جمشید نے مرداس نامی ایک شخص کو ایران کے ایک خطے "دشت سواران" کی فرمانروائی بخش دی۔ مرداس نہایت رحم دل اور انصاف پسند شخص تھا۔ وہ کبھی بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں رہتا تھا۔ ضحاک، مرداس کا بیٹا تھا جس پر باپ کی خوبیوں کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ وہ گستاخ، بدکردار اور عقل و شعور سے بالکل خالی تھا۔ وہ ہمیشہ لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کو نت نئی تکلیفیں پہنچانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس کے تمام ساتھی بہت تنگ تھے اور اس سے شدید نفرت کرتے تھے۔ ضحاک کے اصطبل میں دس ہزار خوب صورت عربی گھوڑے موجود تھے۔ وہ ان گھوڑوں پر بہت ناز کرتا تھا۔ باپ کی بے حساب دولت نے اسے اندھا کر دیا تھا اور وہ خود کو سب سے برتر خیال کرتا تھا۔ وہ مال و دولت اور سونے، چاندی کا اس قدر دیوانہ ہو چکا تھا کہ اپنے نیک باپ کے جلد مرنے کی آرزو اس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ جلدی سے اپنے باپ کی دولت اور حکومت پر قبضہ کر لے۔ جب انسان اس قدر لالچی ہو جاتا ہے تو ضرور کوئی عذاب اس کو اپنے شکنجے میں لے لیتا ہے۔

ایک دن ابلیس کہ جس نے تمام انسانوں کو گمراہ کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا، اپنے آپ سے کہنے لگا کہ کیوں نہ اپنی اس ناپاک آرزو کو پورا کرنے کے لیے ضحاک کو استعمال کروں۔ لہٰذا ایک دن ابلیس صبح کے وقت ضحاک کے ایک ساتھی کی شکل میں اس کے محل میں چلا گیا اور چند روز گھڑ سواری اور شکار کی غرض سے اکٹھے رہنے کی تجویز پیش کی۔ ضحاک نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور دس روز کے لیے دونوں جنگل کی طرف نکل گئے۔ ان دس دنوں میں ابلیس

نے ضحاک کی گھڑ سواری اور شکار کے فن کی اس قدر تعریف کی کہ اسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اب ابلیس جو کچھ بھی کہتا وہ آنکھیں بند کر کے مان لیتا۔ ایک رات جب وہ شکار سے واپس آ رہے تھے، ابلیس نے ضحاک سے کہا: "جس سر زمین میں تیرے جیسا ہنر مند انسان ہو وہاں تیرے باپ جیسے بے ہنر آدمی کو امیر نہیں ہونا چاہیے۔ تُو مرداس کے مقابلے میں جوان اور دلیر ہے۔ اس سرزمین کا حکمران تمھیں ہونا چاہیے"۔

ضحاک بولا: "میں جانتا ہوں کہ حکمرانی کے لیے اپنے والد سے زیادہ اہل ہوں۔ مگر جب تک وہ زندہ ہے اس کی جگہ کیسے لے سکتا ہوں؟"

ابلیس بولا: "تو لے سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" ضحاک نے پوچھا۔

"اس کی زندگی ختم کر کے۔" ابلیس نے جواب دیا۔

پھر ضحاک بولا: "اگر میں ایسا کروں گا تو کوئی میرا حکم ماننے کو تیار نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس سرزمین کے لوگ باپ کے قاتل نوجوان کو بادشاہ کے طور پر ہرگز قبول نہیں کریں گے۔"

لیکن ابلیس نے بار بار اصرار کیا، یہاں تک کہ ضحاک اس کے جال میں پھنس گیا اور اس نے اپنے نیک دل باپ کو دھوکے سے مارنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ لہٰذا اگلی رات ضحاک نے اپنے محل کے باغ میں، جہاں وہ باپ کے ساتھ رہتا تھا، گہرا کنواں کھدوا دیا اور اس کے منہ کو سبزے اور گھاس پھونس سے ڈھانپ دیا۔ صبح کے وقت حسب معمول مرداس جب خدا کو یاد کرنے کی غرض سے باغ میں آیا تو کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ رحمدل باپ کی موت کے بعد سنگدل بیٹا اس علاقے کا حکمران بن گیا۔ ضحاک کے زمانے میں ظلم وستم حد سے گزر گیا۔ ایک دن ابلیس نے ایک دوسری چال چلنے کا منصوبہ بنایا اور ایک خوبصورت نوجوان کی شکل اختیار کر کے ضحاک کے دربار میں چلا گیا اور بولا: "اے نیک اور عادل امیر! میں ایک ماہر باورچی ہوں۔ آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تا کہ خدمت بجا لا سکوں اور آپ کے لیے انوکھے اور مزیدار کھانے بناؤں۔"

ضحاک ایک بار پھر اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا اور وزیر کو حکم دیا کہ باورچی خانے کی چابی اس نوجوان باورچی کے حوالے کر دی جائے۔ ابلیس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا اور دن رات ضحاک کے دسترخوان کو طرح طرح کے کھانوں سے سجاتا چلا گیا۔ اس نے مرغ، بکرے اور مرغابی کے گوشت کے ایسے مزیدار سالن بنائے جو ضحاک نے زندگی میں اس سے پہلے نہیں کھائے تھے۔ آخر کار ایک دن ابلیس نے بہت ہی خوش مزہ کھانا تیار کیا۔ ضحاک اس کے فن سے بہت خوش ہوا اور ابلیس سے کہنے لگا: "میں نے آج تک تمہارے جیسا ماہر باورچی نہیں دیکھا۔ اپنی کسی دلی آرزو کا اظہار کرو جسے میں پورا کروں"۔

ابلیس نے جواب دیا: "اے امیر! خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے، میری ایک حقیر سی خواہش ہے۔ اگر پوری ہو جائے تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا"۔

"جلد بتاو" ضحاک نے کہا۔

"اے امیر! میں تمہارے کندھوں پر بوسہ دینا چاہتا ہوں"۔ابلیس نہایت ادب سے بولا۔

ضحاک نے نوجوان باورچی کی جب یہ عجیب اور چھوٹی سی آرزو سنی تو خوش ہو کر اسے اپنی یہ خواہش پوری کرنے کی اجازت دے دی۔ابلیس، ضحاک کے نزدیک آیا اور اپنے لبوں سے اس کے دونوں کندھوں پر بوسہ دے دیا اور فوراً غایب ہو گیا۔اچانک کندھوں پر جہاں ابلیس نے بوسہ دیا تھا وہاں دو سیاہ سانپ ظاہر ہو گئے۔ یہ دو سیاہ سانپ دراصل اس کی بدکاریوں کا نتیجہ تھے۔تمام درباریوں نے جب ضحاک کے کندھوں پر دو کالے ناگ دیکھے اور نوجوان باورچی کو غایب پایا تو ان پر وحشت طاری ہو گئی۔ضحاک بھی بہت خوفزدہ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان سانپوں کو تلوار سے کاٹ ڈالیں۔لیکن نگہبانوں نے سانپوں کو جب کندھوں سے کاٹا تو درخت کی شاخ کی طرح دوبارہ اُگ آئے۔ ضحاک نے تمام حکیموں اور طبیبوں کو بلایا تا کہ اس درد کا علاج کریں۔لیکن تمام طبیب اور حکیم ان سانپوں کو ختم کرنے میں ناکام ہو گئے۔آخر کار ایک دن ابلیس کسی اور بھیس میں ضحاک کے پاس پہنچا۔اب اس نے جو بھیس بدلا وہ ایک ماہر اور دانا حکیم کا بھیس تھا۔اس نے ضحاک کو مشورہ دیا کہ اگر ہر روز ان سانپوں کو دو جوان آدمیوں کے سر کا مغز کھلاو گے تو ان سے نجات پا جاو گے۔ پس ضحاک نے حکم دیا کہ ہر روز دو آدمیوں کو قتل کیا جائے ان کے مغز سانپوں کو کھلائے جائیں۔ابلیس اپنی اس حیلہ گری پر بہت خوش تھا، کیوں کہ اس کو اپنا خلق خدا کی تباہی کا منصوبہ کامیاب ہوتا نظر آرہا تھا(۴)۔

ضحاک کو فریدون کا خواب:

ضحاک کے حکم کے مطابق ہر روز دو نوجوانوں کو قتل کیا جاتا اور ان کے مغز اس کے کندھوں پر ظاہر ہونے والے دونوں سانپوں کو کھلائے جاتے۔اس طرح سے چند ہی مہینوں میں بے شمار مائیں اپنے بیٹوں سے محروم ہو گئیں اور کئی بہنیں اپنے بھائیوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ریاست کے نوجوانوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی کہ نہ جانے کس روز ان کی باری آجائے اور ان کے مغز سانپوں کی خوراک بن جائیں۔

ضحاک کے ظلم کی داستانیں دور دور تک مشہور ہو چکی تھیں۔خدا جب کسی ظالم کو بھیانک اور عبرتناک سزا دینا چاہتا ہے تو اس کے ظلم کی رسّی اور بھی دراز کر دیتا ہے۔انہی دنوں جب ضحاک اپنے باپ کو ہلاک کرنے کے بعد ریاست دشت سواران کا امیر بن چکا تھا، ایران کے تخت کا مالک جمشید تھا۔ایران کے لوگ جمشید شاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آچکے تھے۔وہ بہت مغرور تھا اور اپنے آپ کو سب سے برتر سمجھتا تھا۔کہتا تھا دنیا میں پیشے اور فنون میری وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ کوئی بھی اس کے جائز یا ناجائز حکم کے سامنے چون و چرا نہیں کر سکتا تھا۔لوگوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ پورے ایران میں لوگ جمشید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہی فوج کے خلاف جنگ کرنے لگے۔شاہی فوج جب جنگ سے عاجز آگئی تو شاہی دربار کے وزیروں اور سرداروں نے عوامی بغاوت کو کچلنے کے لیے فیصلہ کیا کہ ایران کے تخت پر جمشید شاہ کی جگہ کسی اور شخص کو بٹھایا جائے۔جمشید شاہ کے

سرداراور وزیرضحاک کی داستانیں سن چکے تھے۔لہذاانہوں نےضحاک کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ایران کی شاہی فوج پرحملہ کر دے۔ہم اس حملے میں مکمل طور پراس کا ساتھ دیں گے۔

ضحاک نے موقع کوغنیمت جانتے ہوئے شاہی فوج پرحملہ کر دیا۔شاہی درباریوں اور سرداروں نے ضحاک کامکمل ساتھ دیا۔اس جنگ میں جمشید مارا گیااورضحاک نے ایران کے تخت پر قبضہ کرلیا۔اب ضحاک اس قابل ہو چکا تھا کہ قتل وغارت سے بغاوت کوکچل دے۔ضحاک کی بادشاہت میں ایران سیاہ دور میں داخل ہوگیا۔ظلم وستم جمشید کے دور سے بھی کئی گنا بڑھ گیا۔نیکی کی جگہ بدی اور سچ کی جگہ جھوٹ نے لے لی۔ضحاک کےفوجی،لوگوں کو بے دریغ قتل کرنے لگے۔لوگوں کوخوف کی وجہ سے مخالفت کی ہمت نہ ہوتی۔پورے ایران کا تخت سنبھالنے کے بعد ہر روز نوجوانوں کوقتل کیا جاتا اوران کے سروں کے مغز ضحاک کے سانپوں کوکھلائے جاتے تاکہ وہ ان سے نجات پا سکے۔اس زمانے میں دو بھائی جن کا نام ارمایل اور گرمایل تھا،بڑے نیک اور پارسا تھے۔ان کے ذہن میں ایک تدبیر آئی کہ ہوسکتا ہے وہ اس تدبیر سے ہرروز ایک نوجوان کی جان ظالم ضحاک کےفوجیوں کے ہاتھ سے بچاسکیں۔ انہوں نے کھانے پکانے کافن سیکھا اور شاہی باورچی کےطور پرکام شروع کر دیا۔اس کے بعدضحاک کےفوجی دو نوجوانوں کو پکڑ کرلاتےلیکن وہ صرف ایک کو مارتے اور دوسرے کوآزاد کر دیتے۔وہ ایک نوجوان کےمغز کے ساتھ ایک بھیڑ کے سر کا مغز ملاتے اورضحاک کے پاس لے جاتے۔اس طرح سے وہ ہر ماہ تیس نوجوانوں کوموت کے منہ میں جانے سے بچالیتے۔

ایک رات ضحاک نے خواب میں دیکھا کہ ایک نوجوان پہلوان نے ایک گرز کے ساتھ اس پرحملہ کیا ہے اور گرا دیا ہے۔ضحاک ہراساں اورخوفزدہ ہوکر اس خواب سے بیدار ہوگیا۔اس نے دربار کے تمام عاملوں اور نجومیوں کو بلا لیا اور اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کا حکم دیتے ہوئے بولا:"یا تو میرے اس خواب کی تعبیر بتاواور میرےانجام کے بارے پیشگوئی کرویاسب کےسب مرنے کے لیے تیار ہوجاو۔" عامل اورنجومی اس حکم کے بعد ڈر اورخوف سےلرز اٹھے۔کیوں کہ ممکن تھا کہ اس خواب کی تعبیر سن کر بادشاہ غصے میں آکران کے سرتن سے جدا کروا دے اور اگرتعبیر نہ بتائیں تو بھی ان کی جان چلی جائے گی اور وہ سب کے سب مارے جائیں۔تین دن اور تین راتیں ان کوکھانے پینے اور سونے کا ہوش نہ رہا اور وہ آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ وہ بادشاہ کوکیسے جواب دیں۔ بالآخر چوتھے روز ان میں سے ایک جو تجربہ کار اورعقلمند تھا،اس نے ہمت کی اور بولا:"اے بادشاہ! جان لو کہ ہر کوئی ماں کےشکم سے پیدا ہوتا ہےاورآخرکارایک دن مرجاتا ہے۔تم سے پہلےبھی بہت سارے بادشاہ تھے۔لیکن جب ان کےمرجانے کا وقت آیا تو وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے اوراپنا مقام اورمرتبہ دوسروں کے سپرد کر گئے۔اگر تیرا گھوڑا فولاد کا ہواور تیرا سرآسمانوں کو چھورہا ہو پھربھی ایک دن تو اس جہان سے جانا ہے۔اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک "فریدون" نامی نوجوان تجھے تخت وتاج سے محروم کر دے گا۔اس نوجوان کوابھی اس کی ماں نے جنم نہیں دیا۔لیکن جب یہ پیدا ہوگا تو بہت دلیر اور بہادر ہوگا اورایک گرز کے ساتھ تم سے جنگ کرے گا اورتمہاری جان لے لے گا"۔

ضحاک ظالم، تعبیر سننے کے بعد ایک دم خوفزدہ ہو گیا اور پوچھنے لگا: "وہ میرے ساتھ کیوں دشمنی کرے گا؟" اس تجربہ کار دانا عامل نے جواب دیا: "تو ایک روز فریدون کے باپ کو، جس کا نام آبتین ہے، اس کی گائے کو جس کا دودھ فریدون پیئے گا، مار ڈالے گا اور فریدون تم سے اس کا بدلہ لے گا"۔ضحاک نے جب یہ سنا تو اس کی چیخ نکل گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑا(۵)۔

فریدون ضحاک کے سپاہیوں سے بال بال بچا:

ضحاک نے جب سے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک جوان پہلوان نے گرز کے ساتھ اس پر حملہ کیا ہے، وہ بہت پریشان تھا۔ بلکہ عاملوں اور نجومیوں نے جب سے اسے خواب کی تعبیر بتائی کہ فریدون تجھے تخت و تاج سے محروم کر دے گا اور تمہاری جان لے لے گا، خوف و ہراس سے اس پر راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی۔ ظالم ضحاک نے چند سال اسی خوفناک حالت میں گزارے۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ ایران کی سرزمین کا چپہ چپہ چھان ماریں اور جس گھر میں فریدون نامی بچہ پیدا ہو، اس گھر کے تمام افراد کے سر تن سے جدا کر دیں۔ چند سالوں تک ضحاک کے سپاہیوں کی تمام تر کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ضحاک اس صورت حال سے سخت پریشان اور غصے میں تھا۔ آخر کار ایک دن سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ دور دراز کے گاؤں میں ایک میاں بیوی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور انہوں نے اس کا نام "فریدون" رکھا ہے۔فریدون کے ماں باپ کو اس بات کا بالکل علم نہیں تھا کہ بادشاہ کے سپاہی ان کے ننھے منے معصوم لخت جگر کی تلاش میں ہیں اور ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔

فریدون کے والدین غریب اور تنگدست ہونے کے باوجود اس بیٹے کی پیدائش پر بہت خوش تھے اور اپنے آپ کو بے حد خوش قسمت تصور کرتے تھے کہ اللہ نے ان کو بڑھاپے کا سہارا عطا کیا ہے۔فریدون کا باپ ہر روز صبح سویرے کھیتوں کو نکل جاتا اور سورج غروب ہونے تک کام کاج میں مشغول رہتا۔فریدون کی ماں دن بھر گھر کے کام کرنے میں لگی رہتی اور اپنے ننھے بچے کی دیکھ بھال کرتی رہتی۔

ایک دن ضحاک کے سپاہی اس گاؤں میں آ پہنچے جہاں فریدون اور اس کے امی ابو رہتے تھے۔ وہ گاؤں کے جس آدمی کو دیکھتے اس سے پوچھتے کہ آپ کے بیٹوں کا نام کیا ہے؟ وہ گھروں میں بھی جاتے اور طرح طرح کے سوالات پوچھ کر لوگوں کو تنگ کرتے۔ ایک دن شام کے وقت سپاہی فریدون کے باپ کے کھیتوں میں آ دھمکے۔ فریدون کا والد گھر جانے کے لیے اپنا سامان باندھ رہا تھا کہ اچانک اس نے گھوڑوں پر سوار چند سپاہیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ جب سپاہی اس کے پاس پہنچے تو ان میں سے ایک نے پوچھا: "اے جوان تیرا نام کیا ہے؟ اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

فریدون کے باپ نے اپنا تعارف کرایا اور بولا: "میں ایک زمیندار ہوں اور یہ کھیت میرے ہیں۔"

" کیا تیرا کوئی بیٹا بھی ہے "ایک دوسرے سپاہی نے پوچھا۔

فریدون کا باپ بیچارا ایک سیدھا سادا زمیندار تھا اور تمام حالات سے بالکل بے خبر تھا۔ اس نے جواب

دیا: "ہاں، ابھی حال ہی میں اللہ نے مجھے ایک چاند سا بیٹا دیا ہے اور ہم نے اس کا نام فریدون رکھا ہے"۔

سپاہیوں نے جونہی "فریدون" کا نام سنا تعجب اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ان کی کئی سالوں کی پریشانی اور آوارہ گردی ختم ہو چکی تھی۔ وہ جس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے انہیں وہ بچہ مل چکا تھا۔ سپاہیوں نے فوراً فریدون کے باپ کو گرفتار کر لیا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ سردار نے جب تمام ماجرا سنا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سردار کی کئی سال پرانی آرزو پوری ہو چکی تھی۔ ظالم سردار نے فریدون کے بے گناہ باپ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ سپاہیوں نے دیکھتے ہی دیکھتے بیچارے کو خون میں نہلا دیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ادھر فریدون کی ماں اپنے شوہر کی راہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے شوہر کے آنے میں جس قدر دیر ہو رہی تھی اس کی بے چینی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ جب بہت دیر ہو گئی اور ہر طرف رات کا اندھیرا چھا گیا تو فریدون کی ماں نے فریدون کو اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں اپنے شوہر کی تلاش میں گھر سے باہر نکل گئی۔ راستے میں اس کو ایک گاؤں کے آدمی نے بتایا کہ ظالم ضحاک کے سپاہیوں نے تیرے بے گناہ شوہر کو مار ڈالا ہے اور اب تیرے ننھے فریدون کی جان لینے تمہارے گھر کی طرف گئے ہیں۔

فریدون کی ماں نے جونہی یہ خبر سنی تو سخت پریشان ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگی۔ یہ ہولناک خبر دینے والے آدمی نے اسے حوصلہ دیا اور بولا: "بی بی، اگر حوصلے اور عقل سے نہیں لو گی تو تم اپنی اور معصوم فریدون کی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی"۔

فریدون کی ماں نے اپنی گریہ وزاری پر قابو پایا اور اپنی اور فریدون کی جان بچانے کے لیے اس گاؤں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ رات کی تاریکی میں ضحاک کے سپاہیوں کے ہاتھ آنے سے بچ گئی اور کئی دن اور راتیں بھاگتے بھاگتے ایک وسیع جنگل میں پہنچ گئی۔ سرسبز جنگل میں اس نے ایک گائے کو چرتے ہوئے دیکھا۔ ایسی گائے اس نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ اس گائے کے بال مور کے پروں کی طرح رنگ برنگے تھے۔ فریدون کی ماں گائے کے خوبصورت رنگوں میں اس طرح کھو گئی کہ اسے گائے کا نگہبان نظر ہی نہ آیا جو اسی کی طرف آ رہا تھا۔ نگہبان جب قریب پہنچا تو بولا: "ماں جی آپ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

"میرا نام فرانک ہے اور میں بھوکی اور پیاسی ہوں۔ میں اس علاقے میں نئی آئی ہوں اور مجھے یہاں جاننے والا کوئی نہیں"۔ فریدون کی ماں نے جواب دیا۔

گائے کا رکھوالا ایک شریف اور نیک دل آدمی تھا۔ وہ فرانک کو اپنے گھر لے گیا اور اسے کھانا دیا اور آرام کرنے کے لیے جگہ دے دی۔ کھانا کھانے اور کچھ آرام کرنے کے بعد فرانک نے پوچھا: "بھائی، جنگل میں رنگ برنگی گائے میں نے دیکھی ہے وہ کیسی گائے ہے؟"

"اس کا نام "برمایہ" ہے اور پوری دنیا میں اس جیسی گائے نہیں ہے"۔ رکھوالے نے جواب دیا۔

"میرے نیک دل اور شریف بھائی! اگر تو میرے بچے کی دیکھ بھال کرے اور اس گائے کا دودھ پلائے

تو آپ مجھے جو خدمت کہیں گے میں انجام دوں گی"۔ فرانک بولی۔

رکھوالے نے فرانک کی پیشکش قبول کر لی۔ اس کے بعد فرانک جنگل کے ساتھ والے گاوں میں روز جاتی اور سارا دن محنت مزدوری کرتی۔ وہ جو کچھ کماتی رکھوالے کو اجرت کے طور پر ادا کر دیتی۔ اب وہ ضحاک کے سپاہیوں سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو اکیلی عورت کے طور پر ظاہر کر سکتی تھی۔ اس بات کو تین سال گزر گئے۔ ان تین سالوں میں رکھوالے نے برمایہ نامی گائے کے دودھ سے فریدون کی پرورش کی۔ اس خوبصورت اور رنگ برنگی گائے کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

ادھر شاہی دربار میں جب فریدون کا کوئی سراغ نہ ملا تو ضحاک نے عاملوں اور نجومیوں سے دوبارہ رجوع کیا۔ نجومیوں نے ضحاک کو بتایا کہ فریدون کسی جنگل میں " برمایہ " نامی گائے کے دودھ سے پرورش پا رہا ہے۔ ضحاک نے سپاہیوں کو جنگل کی طرف روانہ کر دیا تا کہ وہ فریدون اور برمایہ کو ہلاک کر دیں۔

فرانک نے جب کہیں سے سنا کہ ضحاک کے سپاہی فریدون اور برمایہ کی تلاش میں جنگل جنگل پھر رہے ہیں تو وہ بھاگی بھاگی رکھوالے کے پاس آئی اور اس سے اپنے بچے کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر اس جنگل سے فرار ہو گئی۔ یہ گھوڑا اس نے رکھوالے سے خرید لیا تھا۔ فرانک گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے کوہ البرز کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے یہی بہتر سمجھا کہ جس قدر ممکن ہو وہ کوہ البرز کے اوپر چڑھ جائے تا کہ سپاہیوں کی دسترس سے بچ سکیں۔ کوہ البرز پر شدید دھند تھی۔ وہ جس قدر پہاڑ کے اوپر چڑھتی جا رہی تھی سردی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اوپر چڑھتے چڑھتے کوہ البرز کی ایک خوبصورت اور سرسبز چوٹی پر پہنچ گئی۔ فرانک کو سرسبز چمن زار کے درمیان ایک عبادت گاہ کی عمارت نظر آئی۔ وہ اس عبادت گاہ کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئی کہ سفر کی تمام تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اس نے گھوڑے کو دوڑایا اور عبادت گاہ کے قریب پہنچ گئی۔ فرانک کو عبادت گاہ میں ایک بزرگ نظر آیا جو خدا کی عبادت کرنے میں مشغول تھا۔ بزرگ جب عبادت سے فارغ ہوا تو فرانک اس کے قریب چلی گئی اور بزرگ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ بزرگ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرانک کی طرف دیکھا اور بولا: "بیٹی کیا بات ہے اور کیوں پریشان ہو؟"

فرانک نے اپنے آپ پر قابو پایا اور بابا جی کو شروع سے آخر تک ضحاک کے سپاہیوں کے ہاتھوں اپنے شوہر کی ہلاکت کی داستان کہہ سنائی۔ بابا جی نے ظلم اور بے انصافی کی جب یہ داستان سنی تو بے حد افسردہ ہوا اور غمگین لہجے میں بولا: "بیٹی، تم اپنے بیٹے کے ساتھ اس عبادت گاہ میں رہ سکتی ہو۔ اگر خدا نے چاہا تو تمہارا فریدون یہیں جوان ہوگا اور ظالم ضحاک سے نہ صرف اپنے بے گناہ باپ کے خون کا بدلہ لے گا بلکہ ایران کے لوگوں کو اس ظالم کے ظلم سے نجات دلائے گا"۔ فرانک نے بابا جی کی جب یہ بات سنی تو اس کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے چمک اٹھیں (۶)۔

فریدون کے ہاتھوں ضحاک کا عبرتناک انجام:

کوہ البرز کی عبادت گاہ میں فریدون سالہا سال پرورش پاتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے سولہ سالہ خوبصورت

نوجوان بن گیا۔ وہ گھڑ سواری اور تیر اندازی میں ماہر ہو چکا تھا۔ وہ سارا دن جنگلوں میں شکار کھیلتا اور رات کو اپنی پیاری ماں اور نیک دل بزرگ کے پاس لوٹ آتا۔ فرانک نے اپنے اس نوجوان بیٹے کو ظالم ضحاک کے سپاہیوں کے ہاتھوں اس کے باپ کے قتل کا سارا قصہ سنا دیا تھا۔ فریدون کے دل پر اس قصے کا بڑا گہرا اثر ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ سے عہد کر لیا تھا کہ وہ ضحاک سے اپنے بے گناہ باپ کے خون کا حساب ضرور لے گا اور تمام ایرانیوں کو اس ظالم بادشاہ کے ظلم سے نجات دلوائے گا۔ ضحاک کئی سالوں سے فریدون کے خوف میں مبتلا تھا اور اس پر راتوں کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ ایک دن پھر اس نے تمام بزرگوں اور داناوں کو اکٹھا کیا اور بولا: " تم جانتے ہو میرے ہی ملک میں میرا دشمن زندگی گزار رہا ہے، جس کا نام فریدون ہے۔ بہت تلاش اور جستجو کے باوجود وہ میرے قابو میں نہیں آیا۔ چونکہ اب وہ جوان ہو چکا ہے اس لیے اس کی طاقت کو حقیر سمجھنا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ ممکن ہے وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مجھ پر حملہ کر دے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے لشکر کو تین گنا بڑھا لیں تا کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ آپ کھال کے ایک ٹکڑے پر لکھیں کہ " ضحاک ایک انصاف پسند اور نیک بادشاہ ہے اور کسی پر ظلم کو جائز نہیں سمجھتا" ۔ جو کوئی اس تحریر کو قبول کر لے اور مہر لگا دے اس کو شاہی لشکر میں شامل کر لیں، جو کوئی اسے قبول نہ کرے اور مہر نہ لگائے، اس کی دشمنی ظاہر ہو جائے گی، اس کا سر تن سے جدا کر دیں"۔

تمام بزرگوں نے ضحاک کے خوف سے اس کے کہنے کے مطابق ایک کھال پر یہ تحریر لکھ دی۔ اچانک شاہی دربار کے باہر ایک شور اٹھ کھڑا ہوا۔ دراصل ایک غصے سے بھرا ہوا آدمی دربان سے الجھ رہا تھا، چاہتا تھا کہ اندر داخل ہو جائے۔ ضحاک کو بھی اس شور سے تشویش اور حیرت ہوئی۔ جب اس کو اصل بات کا پتا چلا تو اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو اندر آنے دیا جائے۔ لہذا دربان نے اس غصیلے آدمی کو دربار میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اس آدمی نے لوہاروں کا لباس پہن رکھا تھا۔ جب اس کو دربار میں داخل ہونے کی اجازت ملی تو ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح داخل ہو گیا۔ ضحاک نے جب اس کو دیکھا تو پوچھنے لگا: " اے نوجوان! تو کون ہے؟ اور اس قدر غصے میں کیوں ہے؟"

آدمی بولا: " میرا نام " کاوہ" ہے اور میں ایک لوہار ہوں۔ میں تیرے ظلم سے تنگ آ چکا ہوں۔ اگر تو ساری دنیا کا بادشاہ بھی بن جائے تو یہ ہمارے لیے مصیبت اور بدبختی کا باعث کیوں ہے؟ تو بادشاہ ہے یا کوئی اژدہا کہ تو نے ہمارے کئی نوجوانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ میں آج آیا ہوں تا کہ اپنے بیٹے کو واپس لوں جس کو تمہارے کارندوں نے اس لیے گرفتار کر لیا ہے تا کہ اس کے مغز سے تیرے کندھے پر ظاہر ہونے والے سانپوں کی غذا تیار کی جا سکے۔ وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ اگر تو اسے واپس نہیں دے گا تو میں یہاں سے واپس نہیں جاوں گا"۔

ضحاک نے کاوہ کا جب یہ بیباکانہ انداز دیکھا تو اس کی مخالفت مول نہ لینے میں ہی بھلائی سمجھی۔ اس نے حکم دیا کہ کاوہ کے بیٹے کو آزاد کر دیا جائے۔ کاوہ کے بیٹے کو جب لایا گیا تو ضحاک نے کھال پر لکھی ہوئی تحریر کو اس کے سامنے رکھا اور بولا: " اب میں نے تمہارے بیٹے کو آزاد کر دیا ہے۔ تم بھی اس تحریر کے نیچے اپنی مہر لگا دو تا کہ لوگ جان جائیں کہ ضحاک ایک انصاف پسند اور نیک بادشاہ ہے"۔

شیر دل کاوہ نے جب یہ تحریر پڑھی تو آگ بگولا ہو گیا۔ اس تحریر والی کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پاؤں تلے مسل دیئے۔ اس کے بعد کاوہ نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور دربار سے باہر آ گیا۔ شہر کے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ کاوہ اپنے بیٹے کو آزاد کروا کے لے آیا ہے، تو وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سب لوگ یہ کہہ رہے تھے: "شاباش کاوہ! تو نے ضحاک کے نرغے سے اپنے بیٹے کو بچا لیا ہے۔ ہم سب کو تیری طرح ہمت سے کام لینا چاہیے"۔ کاوہ نے لوگوں کی جب یہ حمایت دیکھی تو اس کو بڑا حوصلہ ہوا۔ وہ لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا: "اے ایرانیو! یہ بادشاہ ظالم اور شیطان ہے۔ وہ خدا اور انسانوں کا دشمن ہے۔ اب جنگ کا وقت آ گیا ہے۔ اگر ہم اکٹھے اور متحد ہو جائیں تو اس ظالم کے ظلم سے نجات حاصل کر سکتے ہیں"۔

یہ کہنے کے بعد کاوہ نے اپنی چمڑے کی واسکٹ اتاری اور اسے اپنے نیزے کی نوک میں پرو دیا اور بولا: "ساتھیو! آج کے بعد چمڑے کا یہ ٹکڑا ہمارے لشکر کا پرچم ہو گا۔ اس سرزمین میں فریدون نامی ایک بہادر نوجوان رہتا ہے۔ ضحاک نے اس پر بہت ظلم کیے ہیں۔ ہم اس کے پاس جاتے ہیں تاکہ وہ ضحاک کے خلاف اس جنگ میں ہماری مدد کرے۔ خدا نے چاہا تو فتح ہماری ہو گی"۔

لوگوں نے پورے جوش اور ولولے سے کاوہ کی حمایت کی اور سب کے سب اس کے ساتھی بن گئے۔ اسی رات کاوہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ فریدون کے پاس جائیں۔ اس نے لوگوں سے سن رکھا تھا کہ فریدون کوہ البرز پر ایک عبادت گاہ میں رہ رہا ہے۔ کاوہ، اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضحاک کے فوجیوں سے نظر بچا کر چھپتا چھپاتا اس عبادت گاہ کے وسیع سبزہ زار تک پہنچ گیا۔ فریدون نے جب رات کی تاریکی میں اس بڑے لشکر کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ ضحاک کے سپاہی ہیں جو اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن جب نزدیک سے آ کر دیکھا کہ یہ سادہ لوگ ہیں اور اسلحے سے خالی ہیں تو وہ مطمئن ہو گیا۔ فریدون نے دیکھا کہ لشکر میں سب سے آگے ایک مضبوط جسم کا جوان ہے، جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے اور اس کی نوک پر چمڑے کا ایک ٹکڑا پرویا ہوا ہے۔ جب لشکر بہت نزدیک آ گیا تو فریدون بلند آواز سے چلایا: "آپ کون ہیں اور یہاں کیا کرنے آئے ہیں"؟ کاوہ نے جواب دیا: "ہم عام لوگ ہیں اور ضحاک کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے ہیں۔ ہم آپ کو اپنا سردار مانتے ہیں اور ضحاک سے جنگ کرنے کے لیے آپ کے حکم کے منتظر ہیں"۔

فریدون نے جب یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا۔ اس نے کاوہ اور اس کے ساتھیوں کی بہت تعریف کی اور ضحاک کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے صلاح مشورے کی دعوت دی۔ جنگ کے لیے مشورے میں فریدون کی ماں، فرانک اور عبادت گاہ کا نیک بزرگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ فریدون اور کاوہ دیر تک گفتگو کرتے رہے، بالآخر فریدون اٹھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا: "اے بہادر ایرانیو! آپ کو چاہیے کہ دوسرے لشکر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملائیں تاکہ ہم ایک بڑا لشکر تیار کر سکیں۔ شہر کے لوہاروں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ لشکر کے لیے ہتھیار تیار کریں۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہونے کے بعد ہم ضحاک کے فوجیوں پر حملے کا آغاز کر دیں گے"۔

اس کے بعد فریدون نے نیزے کی نوک میں پروئے ہوئے چمڑے کے ٹکڑے کو بلند کیا اور بولا: " میں اس چمڑے کے ٹکڑے کو شیر دل کاوہ کے نام کی مناسبت سے " درفش کاویانی " (یعنی کاوہ کا پرچم) کا نام دیتا ہوں اور آج کے بعد یہ ہمارا جنگی پرچم ہوگا "۔

لوگوں نے فریدون کی بہت تعریف کی اور ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ جس راستے آئے تھے اسی پر واپس چلے گئے۔ وہ بہت خوش اور پر جوش تھے، اس لیے کہ انہیں ظالم بادشاہ سے نجات کی امید پیدا ہوگئی تھی۔

چند ماہ مزید گزرنے کے بعد دوسرے شہروں کے لوگ بھی فریدون کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ شہر کے لوہاروں نے فریدون کے لیے ایک گرز تیار کیا اور لشکر کے لیے بھی خنجر، بھالے اور تلواریں بنائیں۔ جب جنگ کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ایک دن فریدون نے جنگی لباس پہنا، جنگی ٹوپی سر پر لی اور گرز کو ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ فرانک اور عبادت گاہ کے بزرگ نے فریدون اور اس کے لشکر کو ڈھیروں دعائیں دیں اور ضحاک کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

ضحاک ان دنوں فریدون کے خوف سے کسی ایک شہر میں قیام نہ کرتا، بلکہ ایک شہر سے دوسرے شہر چلا جاتا تھا۔ فریدون اور اس کا لشکر ضحاک کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا۔ لمبے سفر کے باوجود تھکنے کی بجائے اس میں اور بھی جوش اور جذبہ پیدا ہو گیا۔ فریدون اپنے لشکر کے ہمراہ ایک دن چلتے چلتے اس شہر میں پہنچ گیا جہاں ضحاک قیام پذیر تھا۔ فریدون نے اس دن جنگ شروع نہ کی بلکہ لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا۔

اگلے روز صبح ہوتے ہی جنگ شروع ہوگئی۔ فریدون کے ساتھی بڑی بہادری کے ساتھ جنگ لڑ رہے تھے۔ کسی کو مرنے سے کوئی خوف نہیں تھا۔ ضحاک کی فوج کے سپاہی بڑی بیدلی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ جنگ نے بہت زیادہ طول نہ پکڑا۔ ضحاک کے کچھ سپاہی جب مارے گئے تو باقیوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی بہتری جانی۔ شہر فتح ہوجانے کے بعد لوگ ایک دوسرے کو خوشی سے گلے لگا کر مبارکباد دے رہے تھے۔ فریدون، ضحاک کے محل کی طرف بڑھا تاکہ اسے انجام تک پہنچائے۔ ایک وقت آ گیا کہ جب فریدون اور ضحاک آمنے سامنے آ گئے۔ ضحاک کے ہاتھ میں خنجر اور فریدون کے ہاتھ میں گرز تھا۔ ضحاک نے فریدون پر حملہ کر دیا تاکہ خنجر سے اس کا سینہ پھاڑ دے۔ فریدون نے بڑی ہوشیاری سے اپنے آپ کو خنجر کے حملے سے بچایا اور اگلے ہی لمحے اپنے گرز کو ضحاک کے سر پر پوری قوت سے دے مارا۔ ضحاک کی لوہے کی جنگی ٹوپی گرز کی ضرب سے ٹوٹ گئی اور اس کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ ضحاک کا کام تمام ہو چکا تھا۔ وہ زمین پر گر گیا۔ ضحاک کا خواب سچ ثابت ہوا اور وہ فریدون کے گرز کے وار سے ہلاک ہو گیا۔

لوگوں اور سپاہیوں نے ضحاک کی لاش کو مردہ حالت میں دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ ضحاک کے سپاہیوں نے بھی اپنے آپ کو فریدون کے حوالے کر دیا اور جنگ ختم ہوگئی۔ لوگوں نے بڑی خوشی سے شاہی تاج فریدون کے سر پر رکھ دیا (۷)۔

اختراعات، ہنر اور بادشاہت:

زیرِ نظر داستان کے پس منظر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ایرانی بادشاہوں کا ہنر و اختراعات سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ بلکہ یوں بھی محسوس ہوتا ہے کہ قدیم ایران میں بادشاہت کی اہلیت اور نا اہلیت کا انحصار بھی زیادہ تر ہنرمند ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔ شاہنامہ فردوسی کے مطابق پیشدادی سلسلے کے بادشاہوں نے ایجادات و اختراعات اور پیشہ ورانہ پیشرفت کی بدولت ایران پر دو ہزار پانچ سو چھپن سال حکومت کی ہے۔ اس سلسلے کے پہلے بادشاہ کیومرث کا پوتا ہوشنگ ایک عظیم بادشاہ ہوگزرا ہے، جس کو ایرانی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیوں کہ اس کے عظیم کارناموں میں آگ اور لوہے کی ایجاد کا سہرا اس کے سر ہے اور اس نے لوہار کا پیشہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آری، ہتھوڑا اور اس پیشے سے متعلقہ دیگر آلات بنائے۔ ہوشنگ نے اپنا پیشہ دوسرے لوگوں کو بھی سکھایا اور اس کے علاوہ کاشتکاری، آب رسانی اور جانوروں کو سدھانے کے فن کی تعلیم بھی دی۔ ہوشنگ نے ان تمام کارناموں کے علاوہ جانوروں کی کھال سے لباس تیار کرنے کا فن بھی اختراع کیا۔ ہوشنگ کے بعد اس کا بیٹا تہمورث بھی کم استعداد بادشاہ نہیں تھا۔ اس نے لکھنے کا ہنر متعارف کرنے کے علاوہ اون کاتنے اور مرغ پروری کے فن کو رائج کیا اور باز کو سدھایا تاکہ شکار میں مدد دے سکے۔ تہمورث نے جب اس دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا جمشید تاج وتخت کا وارث بنا۔ اس نے لوہے سے تلوار، جنگی ٹوپی، زرہ، نیزہ اور دیگر آلاتِ حرب بنانے کے علاوہ سوتی اور ریشمی خوش رنگ اور نرم ونازک لباس بنائے۔ اسی کے حکم پر گھر اور گرم حمام بنائے گئے۔ مشک، کافور، عنبر اور عود جیسی خوشبوؤں پر دسترس بھی جمشید کا کارنامہ ہے۔ علاوہ ازیں دردوں کے علاج دریافت کیے اور لوگوں کو علمِ طب سے روشناس کرایا تاکہ کوئی بیماری سے ہلاک نہ ہو۔

نیم مافوق الفطرتی مرکزی کردار:

زیرِ نظر داستان کا مرکزی کردار ضحاک، ایک مغرور امیر زادے کے فطری کردار کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے اور ابلیس کے بہکاوے میں آکر جلد باپ کی جگہ لینے کے لیے اسے قتل کرنے کی کامیاب منصوبہ بندی کرتا ہے۔ جب انسان شیطان کے راستے پر چلنے لگتا ہے تو وہ خدا کو بھول کر صرف اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنے آپ کو کسی بڑی مصیبت میں ڈال لیتا ہے۔ چنانچہ ضحاک کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ باپ کو قتل کرنے کے بعد وہ امارت کی مسند پر تو بیٹھ گیا مگر اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آیا۔ ابلیس نے اس کو بہکانے کے لیے ایک نیا جال بنا اور ضحاک کو اس میں پھنسا لیا۔ ابلیس کی کارستانی کی وجہ سے ضحاک کے دونوں کاندھوں پر دو ناگ ظاہر ہو گئے۔ ضحاک کی اس صورت کو نیم مافوق الفطرتی انسان کہا جا سکتا ہے۔ اساطیری اور دیو مالائی کہانیوں میں مافوق الفطرتی کرداروں کو جزو لاینفک کی حیثیت حاصل ہے۔ ایسے کردار کہانی میں ہیجان، گھمبیرتا اور خوف کی کیفیات پیدا کرنے کے لیے بڑے موثر ہتھیار ہیں۔ زیرِ نظر داستان میں ضحاک، جو اپنے شریف باپ کا قاتل اور کسی بھی ہنر و فن سے خالی ہونے کے باوجود ایران

کے تخت و تاج تک پہنچ جاتا ہے-ضحاک کے انجام کو ہولناک اور عبرتناک دکھانے کے لیے اسے ایک نیم مافوق الفطرتی کردار میں پیش کیا گیا ہے-ضحاک اپنی عمر کا بیشتر حصہ سانپوں کا عذاب جھیلنے کے بعد آخر کار فریدون کی گرز کا نشانہ بنتا ہے اور تڑپ تڑپ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے-

شاہنامے میں اسلامی تشخص کی جھلک:

ضحاک کا قصہ ظہور اسلام سے کئی ہزار سال پہلے سے متعلق ہے، لیکن فردوسی کے ایک مصرعے کی وضاحت میں ڈاکٹر سیّد محمد اکرم اکرام، شاہنامے کے اسلامی تشخص کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:" عجم زندہ کردم بدین پارسی" ---مذکورہ بالا مصرع دو اہم موضوعات کا حامل ہے- ایک موضوع عجم کا زندہ کرنا، کہ جس پر فردوسی نے اپنی توجہ مرکوز کی ہے اور دوسرا فارسی زبان کی تقویت ہے- پہلے نکتے کی تشریح میں یہ کہا جانا چاہیے کہ قادسیہ، جلولا اور بطور خاص نہاوند کی جنگوں میں کامیابی کے بعد ایران کی سیاسی اور اجتماعی صورت حال میں ایک انقلاب برپا ہو گیا- اکثر ایرانی مسلمان ہو گئے اور صمیم دل سے اسلامی تعلیمات پر ایمان لے آئے تاکہ اسلام کی سچی تعلیمات کے مطابق ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھ سکیں- ایرانیوں کی اسلام کی طرف غیر معمولی گرایش اس امر کا باعث بنی کہ اکثر ایرانی باشندوں نے اپنے پرانے مذہب، قومی رسم و رواج اور عادات کو ترک کر دیا اور آیات قرآنی، احادیث نبوی (ص) اور عربی رسم الخط سے عشق کرنے لگے---(۸) چونکہ فردوسی ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اس لیے وہ شاہنامے کا آغاز خدائے ذوالجلال، اس کے نبی (ص) اور اصحابہ کرام (رض) کی حمد و ثنا سے کرتا ہے- شاہنامے کا آغاز ملاحظہ ہو:

به نامِ خداوندِ جان و خرد کزین برتر اندیشه برنگذرد
خداوندِ نام و خداوندِ جای خداوندِ روزی ده رهنمای(۹)

(ترجمہ) خداوند روح و عقل کے نام سے کہ جس سے آگے فکر و اندیشے کو مجال نہیں- اس نام و مقام والے خداوند کے نام سے جو روزی دینے والا راہنما ہے-

فردوسی، اسی طرح آخری پیغمبر (ص) اور ان کے چار قریبی اصحاب (رض) کی ستایش اس طرح سے کرتے ہیں:

اگر دل نخواهی که باشد نژند نخواهی که دائم بوی مستمند
بگفتارِ پیغمبرت راه جُوی دل از تیرگیها بدین آب شوی
چه گفت آن خداوندِ تنزیل وحی خداوندِ امر و خداوندِ نهی
که خورشید بعد از رسولانِ مه نتابید بر کس ز بوبکر به
عمر کرد اسلام را آشکار بیآراست گیتی چو باغِ بهار

پس از ہر دو آن بود عثمان گزین　　خداوندِ شرم و خداوندِ دین
چہارم علی بود جُفتِ بتول　　که اورا بخوبی ستاید رسول
که من شہر علمم علیّم درست　　دُرست این سخن قولِ پیغمبرؐست(۱۰)

(ترجمہ) اگر تو چاہتا ہے کہ دل غمگین نہ ہو اور کبھی بھی غم کی بو سے بھی دوچار نہ ہو-تو پیغمبر (ص) کے بتائے راستے پر چل اور آپ (ص) کے فرمان کے پانی سے دل کی تاریکیاں دور کر- صاحب وحی اور امر و نہی کے اس خداوند نے کیا فرمادیا ہے؟ کہ برگزیدہ رسولوں کے بعد (ہدایت کا) سورج ابوبکر (رض) سے بڑھ کر کسی پر نہیں چمکا- عمر (رض) نے اسلام کو آشکار کیا اور جہان کو باغ و بہار کی طرح آراستہ کر دیا- ان دو کے بعد (اصحاب کے) برگزیدہ عثمان (رض) تھے جو شرم والے اور دیندار تھے- چوتھے علی (رض) تھے فاطمہ بتول (رض) کے شوہر، رسول (ص) جن کی بہت ستایش کرتے ہیں- کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی دروازہ یہ قول پیغمبر (ص) کا قول ہے-

زیرِنظر داستان میں بھی فردوسی جب ضحاک کے باپ مرداس کی تعریف کرتا ہے تو اسے اسلامی تعلیمات کے زیرِ اثر "نیک مرد" اور "خداترس" شخص قرار دیتا ہے جو درست طور پر اسلامی ترکیبات ہیں- مثال:

گرانمایه هم شاه و هم نیک مرد　　ترس جهان دار با بادِ سرد(۱۱)

(ترجمہ) وہ عظیم بادشاہ اور نیک مرد بھی تھا- اور خداترسی سے سردخُو بھی تھا-

دیو مالائی داستانوں میں جو منفی کردار بھوت پریتوں کو دیئے جاتے ہیں، فردوسی نے ضحاک کو ورغلانے کے لیے وہ کردار ابلیس کو دیا ہے جو اسلام میں درحقیقت انسانوں کو ورغلانے کا کردار ادا کرتا ہے- مثال:

چنان بد که ابلیس روزی پگاه　　بیآمد بسان یکی نیک خواه(۱۲)

(ترجمہ) یوں تھا کہ ایک دن صبح کے وقت ابلیس ایک خیر خواہ کے روپ میں آیا-

داستان کے آخری حصے میں جب فریدون کی ماں فرانک اپنے بچے کو ضحاک کے سپاہیوں سے بچانے کے لیے کوہ البرز پر چڑھتی ہے اور اس کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوتی ہے جس کو فردوسی "مردِ دینی" اور "پاک دین" کے الفاظ یاد کرتا ہے، ایسے کردار معمولاً اسلامی معاشروں میں ملتے ہیں جو دنیاداری کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرتے ہیں- مثال:

شوم نا پدید از میان گروه　　مر این را برم تا به البرز کوه
یکی مردِ دینی بدان کوه بُود　　که از کار گیتی بی اندوه بُود
فرانک بدو گفت کای پاک دین　　منم سوگواری از ایران زمین(۱۳)

(ترجمہ) میں لوگوں کے درمیان سے غایب ہو جاوں اور اس (بچے) کو کوہ البرز پر لے جاوں-

اس پہاڑ پر ایک دینی مرد تھا جو دنیاداری سے بےغم اور بےفکر تھا- فرانک نے اس کہا کہ اے پاک دین (بزرگ)! میں سرزمین ایران سے ایک دکھیاری ہوں۔

اختتامیہ:

قدیم بادشاہتوں کے ادوار میں حکمران طبقہ اپنی شہرت اور نام کا بری طرح بھوکا ہوتا تھا اور وہ اپنے دور شجاعت کی تشہیر کے لیے اپنے درباروں میں بھاٹ (شاعر) اور گویے رکھتے تھے۔ درباری شاعر حکمرانوں کی مہمات اور کارناموں کو بیانیہ نظموں اور گیتوں کی صورت میں نظم کرتے تھے۔ اس قسم کی نظمیں اور گیت شاہی اور درباری دعوتوں اور تقریبوں میں تفریح کا سامان پیدا کرنے کے لیے کہی جاتی تھیں اور انہیں غالبا بربط یا چنگ کے ساتھ گایا جاتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بادشاہوں کے کارناموں اور مہمات پر مبنی شروع شروع میں تخلیق کیے ہوئے گیت اور نظمیں اپنی اصل اور ابتدائی صورتوں میں ہم تک نہیں پہنچی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اولین منظوم رزمیہ کہانیاں ایسے وقت تخلیق کی گئی تھیں جب رسم الخط ابھی یا تو سرے سے ایجاد نہیں ہوا تھا یا اگر ایجاد بھی ہو گیا تھا تو ناخواندہ بھاٹوں اور شاعروں کو لکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی (۱۴)

فردوسی نے شاہنامے کی تخلیق سے رزمیہ شاعری کی مقصدیت کو وسعت بخشی اور بحیثیت شاعر اپنے وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ فردوسی نے کسی بادشاہ کا درباری شاعر بننے کی بجائے ایک بڑے قومی شاعر کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوانے کے لیے رزمیہ شاعری کو اپنایا اور ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل شاہنامے کی ایک ضخیم کتاب تخلیق کر ڈالی۔ فردوسی اپنے اس شاہکار کے بارے لکھتے ہیں:

بسی رنج بردم درین سال سی عجم زندہ کردم بدین پارسی

(ترجمہ) میں نے تیس سال بہت رنج اٹھائے اور اس فارسی سے عجم (قدیم ایران) کو زندہ کر دیا۔

فردوسی نے کسی بادشاہ کے دور شجاعت کی تشہیر کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے ایک بڑا مقصد اپنے پیش نظر رکھا اور پوری ایرانی قوم کو اپنا ممدوح قرار دیا اور اپنا یہ شاہکار شاہنامے کی صورت میں قلمبند کر دیا۔ فردوسی اپنا یہ شاہکار لے کر وقت کے بادشاہ سلطان محمود غزنوی کے دربار میں حاضر ہوا، مگر مناسب قدر دانی نہ ہوئی کیوں کہ یہ دفتر محمود غزنوی کے دور شجاعت کی تشہیر پر مشتمل نہیں تھا اور نہ ہی محمود ایرانی النسل تھا کہ اس کو ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل اس دفتر کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا۔ فردوسی اپنی زندگی میں تو شاہی دربار سے مایوس لوٹا مگر آج کی ایرانی قوم نے فردوسی کو مایوس نہیں کیا۔ ایرانی آج بھی فردوسی کو اپنا قومی شاعر مانتے ہیں اور اس کے شاہنامے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حواشی:

۱۔ دھخدا، لغت نامہ، مسلسل نمبر ۱۲؛ ص ۸۱۷

۲۔ محمد نژد، اطلاعات عمومی جھان دانش، ج دوم ص ۲۶۷

۳۔ ساسان فاطمی، قصہ ھای شاھنامہ ج ا ص ۱۱-۱۲
۴۔ ایضاً، ص ۱۴ تا ۱۸
۵۔ ایضاً، ص ۱۸ تا ۲۲
۶۔ ایضاً، ص ۲۲ تا ۲۷
۷۔ ایضاً، ص ۲۷ تا ۳۶
۸۔ اکرام، اقبال و جہان فارسی، ص ۳۷۹
۹۔ شاہنامہ فردوسی، ج اوّل، ص ۲
۱۰۔ شاہنامہ، ایضاً، ص ۷-۸
۱۱۔ شاہنامہ، ایضاً، ص ۲۸
۱۲۔ شاہنامہ، ایضاً، ص ۲۹
۱۳۔ شاہنامہ، ایضاً، ص ۴۱
۱۴۔ ابن حنیف، دنیا کا قدیم ترین ادب، ج اوّل، ص ۴۰۷

مآخذ:

۱۔ ابن حنیف، دنیا کا قدیم ترین ادب، ج اول، بیکن پبلیکیشنز ملتان، ۱۹۸۷
۲۔ اکرام، دکتر سیّد محمد اکرم، اقبال و جہان فارسی، شعبہ اقبالیات، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۹۹ع
۳۔ دھخدا، علی اکبر؛ لغت نامہ؛ مسلسل نمبر ۱۲؛ سازمان لغت نامہ ۱۳۳۰ خورشیدی
۴۔ ساسان فاطمی، قصہ ھای شاھنامہ ج ا، انتشارات کورش (تھران) ایران، ۱۳۷۲ خورشیدی
۵۔ شاہنامہ فردوسی، ج اول، شرکت سہامی کتابہای جیبی (تہران-ایران)، ۱۳۶۳ خورشیدی
۶۔ محمد نژد، اطلاعات عمومی جھان دانش، ج دوم، انتشارات بنیاد (تھران) ایران، ۱۳۶۷ خورشیدی

☆☆☆